پروفیسر محمد اسلم صاحب
شعبۂ تاریخ - پنجاب یونیورسٹی - نیو کیمپس - لاہور

شاہ فضل اللہ الگیلانیؒ اور ان کے چند نادر خط

مولانا شاہ فضل اللہ الگیلانیؒ (م - ۱۹۷۹ء) اپنے عہد کے ایک نامور عالم دین، کامیاب استاد اور دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ایک اہم رکن تھے[1] ان کا تعلق بہار کے ایک ایسے علمی اور روحانی خاندان سے تھا جس نے برعظیم[2] پاک و ہند کے مسلمانوں کی مذہبی، سماجی اور روحانی زندگی پر اپنی سیرت اور کردار کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

مولانا شاہ فضل اللہ نسباً حسنی سید تھے۔ اور ان کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے جا ملتا ہے۔ اسی نسبت سے مرحوم اپنے نام کے ساتھ الگیلانی لکھا کرتے تھے۔ ان کے بزرگوں کو علم و فضل کیساتھ تصوف میں بھی رسوخ حاصل تھا اور انہیں اتر پردیش اور بہار کے علاقوں میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ شاہ صاحب کے جدِ امجد مولانا محمد علی مونگیریؒ بانیٔ ندوۃ العلماء لکھنؤ برعظیم پاک و ہند کے علمی اور دینی حلقوں میں کسی رسمی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔

شاہ فضل اللہ ۱۳۳۱ھ میں پیدا ہوئے وہ ابھی سات برس کے تھے کہ ان کے والد سید احمد علی کا عین جوانی کے عالم میں انتقال ہو گیا۔ مولانا محمد علی مونگیریؒ نے انہیں اپنے مرحوم بیٹے کی نشانی سمجھ کر اپنی آغوش تربیت میں لے لیا۔ شاہ صاحب نے اپنے جدِ امجد سے علم و فضل کے ساتھ ورع و تقویٰ بھی ورثے میں پایا۔

شاہ صاحب کی ابتدائی تعلیم خانقاہ رحمانیہ مونگیر میں ہوئی۔ ان کے اساتذہ میں مفتی عبد اللطیف رحمانیؒ کا نام سرِ فہرست ہے۔ استاد و شاگرد کا یہ رشتہ دائمی ثابت ہوا اور استاد نے اپنی بیٹی ہونہار شاگرد کے عقد میں دے دی۔

لوگ عام طور پر شاہ فضل اللہ کو بہاری سمجھتے ہیں اور بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے کہ ان کے آبا و اجداد

---

[1] شاہ فضل اللہ کے حالات کیلئے راقم الحروف کا مضمون ماہنامہ بینات کراچی بابت ستمبر ۱۹۷۹ء میں ملاحظہ کیجئے۔

[2] SUB - CONTINENT کا صحیح ترجمہ برعظیم ہے نہ کہ برصغیر

کانپور کے رہنے والے تھے۔ ان کے جدِ بزرگوار مولانا محمد علی مونگیریؒ اور والد مرحوم سید احمد علی کی عیسائی مشنریوں کے خلاف سرگرمیاں انگریزوں کی نظروں میں کھٹکنے لگیں تو مولانا محمد علیؒ اپنے مرشد شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کے ایما پر مونگیر چلے گئے جہاں انہوں نے اپنے مرشد کے نام کی رعایت سے خانقاہ رحمانیہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا محمد علیؒ کے بعد اُن کے فرزند ارجمند مولانا منت اللہ رحمانی، امیر شریعت بہار و اڑیسہ سجادہ نشین ہوئے اور اُن کی سعی و کاوش سے خانقاہ رحمانیہ نے بڑی ترقی کی۔ ان دنوں یہ خانقاہ بہار و اڑیسہ میں رشد و ہدایت کا ایک عظیم مرکز سمجھی جاتی ہے اور میرے علم کے مطابق یہ بہار میں نقشبندی سلسلے کی واحد خانقاہ ہے۔

مولانا منت اللہ رحمانی، دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اور اپنی مادرِ علمی کی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں۔ اس کے علاوہ موصوف متعدد علمی اور دینی اداروں کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ شاہ فضل اللہ عمر کے لحاظ سے اپنے چچا مولانا منت اللہ سے پندرہ بیس برس بڑے تھے۔ اس کے باوجود وہ اپنے عم مکرم کا بڑا احترام کیا کرتے تھے۔ مولانا منت اللہ نے راقم کو بتایا کہ وہ جب بھی شاہ صاحب سے ملتے تو چچا ہونے کے ناطے ان کے سر پہ دستِ شفقت پھیرا کرتے تھے۔

شاہ فضل اللہ کی عمر کا بیشتر حصہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن میں گذرا جہاں موصوف مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کے رفیقِ کار تھے۔ مؤخر الذکر کی ریٹائرمنٹ کے بعد شاہ صاحب شعبۂ اسلامیات کے سربراہ مقرر ہوئے اور اپنی ریٹائرمنٹ تک اس عہدے پہ فائز رہے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد انہوں نے حیدر آباد میں چمڑے کا کاروبار شروع کیا۔ بزنس کا سابقہ تجربہ نہ ہونے کے باوجود ان کا کاروبار خوب چمکا۔ اپنی وفات سے چند سال قبل شاہ صاحب نے تجارت کا دھندا ترک کر دیا اور مستقل طور پر علی گڑھ چلے آئے جہاں ان کی دو بیٹیاں پروفیسر بیگم رؤفہ اقبال اور ڈاکٹر حنیفہ رضی قیام پذیر تھیں۔

شاہ صاحب نے پہلی بیوی کے انتقال کے بعد حیدر آباد میں ایک معمر خاتون سے نکاح کر لیا تھا۔ اس خاتون سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ یہ خاتون شاہ صاحب کی وفات کے وقت تک بقیدِ حیات تھیں۔ وہ کبھی کبھی حیدر آباد سے علی گڑھ آتیں تو اپنی سوتیلی بیٹیوں کے ہاں قیام کرتیں۔ اس گئے گزرے زمانے میں ماں بیٹیوں کے تعلقات قابلِ رشک تھے۔

شاہ صاحب اولادِ نرینہ سے محروم رہے لیکن خدا تعالیٰ نے انہیں چار بیٹیاں عطا کیں۔ ان میں سے بیگم رؤفہ اقبال نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات پر اور حنیفہ رضی نے سیدنا عبداللہ ابن مسعودؓ پہ تحقیقی مقالے لکھ کر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ شاہ صاحب کی دو بیٹیاں شمالی ناظم آباد کراچی میں مقیم ہیں۔

ایک بار میرے استفسار پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کے بزرگوں کی عمریں طویل ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کی حدیث کی سند اور سلسلۂ بیعت میں کم از کم واسطے آتے ہیں۔ شاہ فضل اللہ مرحوم نقشبندی سلسلہ میں اپنے جدِ امجد مولانا محمد علی مونگیریؒ سے بیعت تھے اور انہیں شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے خلافت ملی۔[۳] شاہ فضلِ رحمٰن کو شاہ عبدالعزیز دہلوی کے درسِ حدیث میں بیٹھنے کا شرف حاصل تھا۔ شاہ فضل الرحمٰنؒ ۔۔۔ب شاہ محمد آفاق[۴] دہلوی کے مرید تھے اور انہیں خواجہ ضیاء اللہؒ سے خرقۂ خلافت ملا تھا۔ خواجہ صاحب ۔۔۔ت محمد زبیر سرہندیؒ کے مرید تھے اور انہیں اپنے جدِ امجد حضرت محمد نقشبندؒ سے خلافت ملی تھی۔ حضرت محمد ۔۔۔بندؒ، خواجہ محمد معصومؒ ابن حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند اور جانشین تھے۔ ان دو طرق سے شاہ فضل اللہ ۔۔۔سلسلہ کم سے کم واسطوں سے شاہ ولی اللہؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ سے جا ملتا ہے۔

شاہ فضل اللہ میانہ قد کے بزرگ تھے۔ داڑھی بالکل سفید ہو چکی تھی۔ سر حلق کرواتے تھے۔ گھر سے نکلتے ۔۔۔ر پر سفید رنگ کا عمامہ عالمانہ انداز سے باندھتے تھے۔ پاجامہ کی بجائے دیوبند کٹ کی شلوار پہنتے اور شیروانی ۔۔۔لہ جبہ اور اس کے نیچے واسکٹ زیبِ تن فرماتے تھے جس کی ایک جیب میں گھڑی رکھتے تھے۔ ان کے ۔۔۔ے آتے ہی محفل کا رنگ بدل جاتا اور عام دلچسپی کے مسائل سے ہٹ کر ہم لوگ دینی مسائل پر گفتگو شروع ۔۔۔یتے۔ شاہ صاحب کے ساتھ نشست و برخاست سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کا مطالعہ بڑا عمیق اور ۔۔۔م قدیم کے ساتھ جدید علوم سے بھی کماحقہٗ واقف ہیں۔ علم و فضل اور زہد و ورع کے باوجود شاہ صاحب ۔۔۔سم کے زاہد نہ تھے۔ مرحوم جب مولانا سعید احمد اکبرآبادی کے حلقے میں یا میرے ساتھ بیٹھتے تو ہماری ۔۔۔سن کر خوب ہنستے۔ حیدرآباد میں قیام کے دوران میں اپنا مشاہدہ اور عثمانیہ یونیورسٹی میں آئے دن پیش ۔۔۔والے واقعات بڑی تفصیل کے ساتھ سناتے۔ اگر موصوف حیدرآباد کے ہم عصر اہلِ علم و دانش کی سیرت ۔۔۔ر پر قلم اٹھاتے تو آنے والی نسلوں کے لئے ایک بڑا قیمتی ذخیرہ جمع کر جاتے۔

---

[۳] اکثر پڑھے لکھے حضرات شاہ صاحب کا نام نامی فضل الرحمٰن لکھتے ہیں جو صحیح نہیں۔ ان کا صحیح نام فضلِ رحمٰنؒ ۔۔۔ہے ان کا سال ولادت برآمد ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض ثقہ قسم کے دیوبندی حضرات شیخ الہند کا نام محمود الحسن ۔۔۔ہیں۔ حالانکہ ان کا نام محمود حسنؒ ہے۔ بغیر الف لام کے۔

[۴] شاہ محمد آفاقؒ کا شجرۂ نسب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پوتے حضرت عبدالاحدؒ المتخلص بہ وحدت سے ۔۔۔ہے۔ ان کے ہمعصر یہ کہا کرتے تھے کہ اگر کسی نے نسبتِ مجددی مجسم صورت میں دیکھنی ہو تو وہ شاہ صاحب کو ۔۔۔ے۔ شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے ایک بار مولانا محمد علی مونگیریؒ کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ انہوں نے اپنی زندگی ۔۔۔ایسی دکانیں دیکھی ہیں جہاں عشق کا کاروبار ہوتا تھا، ان میں سے ایک دکان شاہ غلام علیؒ چلا رہے تھے اور دوسری شاہ محمد آفاقؒ نے کھولی ہوئی تھی۔

شاہ فضل اللہ کی صاحبزادی ڈاکٹر رؤفہ اقبال راقم الحروف کے نام اپنے ایک خط میں تحریر فرماتی ہیں، کہ روپے پیسے کے معاملہ میں ان کے والد بزرگوار کی طبیعت سیدنا عثمان غنیؓ سے ملتی جلتی تھی۔ وہ جو کچھ کماتے تھے اپنے عزیز و اقارب پر خرچ کر ڈالتے تھے۔ ان کی زندگی ہی میں ان کے بعض اعزا ان کی جائداد پر قابض ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس پر صبر کیا اور حرف شکایت زبان تک نہ لائے۔

راقم الحروف کا شاہ فضل اللہ مرحوم کے ساتھ بڑا وقت گزرا ہے۔ علی گڑھ، کراچی اور دیوبند میں ان کا ساتھ رہا ہے۔ میں نے انہیں بڑا خلیق اور منکسر المزاج پایا ہے۔ جب تک جسم میں طاقت رہی موصوف نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔ ان کے گھر سے قریب انوار الھدیٰ کمپاؤنڈ میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ شاہ صاحب وہیں نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ میں علی گڑھ میں ہوتا تو نماز سے قبل ان کے ہاں پہنچ جاتا اور پھر اکٹھے ہی مسجد میں چلے جاتے۔

ان کا انتقال ۲۳ مئی ۱۹۷۹ء کو علی گڑھ میں ہوا۔ مومن خان مومنؔ کی زبان میں علم و عمل، فضل و کمال، حسن عمل و شرافت اور زہد و ورع دست بیداد اجل سے بے سروپا ہو گئے۔ علی گڑھ سے آمدہ ایک خط کے ذریعے معلوم ہوا کہ عین عالم نزع میں ان کی دو بیٹیاں اچانک ہی کراچی سے علی گڑھ پہنچ گئیں، شام کے وقت ان کا انتقال ہوا۔ علی گڑھ میں ان دنوں فرقہ وارانہ فسادات ہو رہے تھے اور سرِ شام کرفیو نافذ ہو جاتا تھا۔ گرمی کے موسم میں رات بھر میت کو گھر میں رکھنا بھی ممکن نہیں تھا، اس لئے ان کے احباب نے ان کے کفن و دفن میں بڑی عجلت سے کام لیا۔ اور کرفیو نافذ ہونے سے پہلے پہلے اس پیکر علم و عمل کو یونیورسٹی کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا۔ رحمۃ اللہ علیہ واسعاً کثیراً۔

۱۹۸۰ء کے موسم گرما کی تعطیلات میں راقم الحروف علی گڑھ گیا تو ان کی قبر پر بھی فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوا۔ بارش کی وجہ سے ان کی قبر بیٹھ گئی تھی اور اس میں کافی گہرا گڑھا پڑ گیا تھا۔ میں نے ان کی صاحبزادیوں کی توجہ اس جانب مبذول کرائی اور ڈاکٹر عبدالعلیم خان صاحب[۵] کو اس جانب متوجہ کیا۔

شاہ صاحب کے سات خط میرے پاس موجود ہیں۔ یہ بڑے کام کی چیز ہیں۔ ان میں انہوں نے مفتی عبداللطیف اور اپنی کاوشوں کا بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ شاہ صاحب کی اردو تحریریں نایاب ہیں، اس لئے میں یہ خطوط ہدیۂ قارئین کرتا ہوں۔

---

۵ ڈاکٹر عبدالعلیم خاں نے جمال الدین اسنویؒ کی طبقات الشافعیہ کو بڑی محنت کے ساتھ مرتب کیا ہے۔

مکتوب اوّل

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

پروفیسر محمد اسلم صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ و اتقاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی۔ کل میں نے ڈاک سے ایک خط روانہ کر دیا ہے۔ آج کتاب ایک صاحب کے حوالے کی جارہی ہے۔ جو انشاء اللہ آپ کو پہنچا دیں گے[1] جناب علی گڑھ کے پتہ پر رسید سے شاد فرمائیں گے۔ فہرست مضامین بعد میں ارسال ہو گی۔ مقالے کو جن علماء نے پڑھا ہے۔ اُن میں سے بعض کا اصرار ہے کہ لمبے حاشیے بڑے کام کے ہیں۔ ان کو اصل کتاب کا جزو ہی بنا دیا جائے۔ آپ جیسا سمجھیں وہ کریں بعض علماء نے کچھ عبارتوں کو اور واضح کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ انشاء اللہ کسی موقعہ سے اس کو دیکھوں گا کوئی بات سمجھ میں آئی تو خط کے ذریعہ مطلع کر دوں گا۔ والسلام مع الاکرام

فضل اللہ غفرلہ اللہ

نور ولا۔ امیر نشان۔ علی گڑھ۔ نزیل دار العلوم دیوبند

24-3-70 [2]

مکتوب دوم

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

مکرم ومحترم جناب پروفیسر عزیزم محمد اسلم زاد اللہ علمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مزاج گرامی۔ اپنے بڑے داماد علی صابر فاطمی خبیر امراض النبات وقایت المزروعات وزارۃ الزراعۃ والمیاہ کے برابر اصرار پر ریاض آیا ہوا ہوں۔ ان کی شدید خواہش ہے کہ برخورداری حنیفہ[3] یہاں آجائے۔ انہوں نے درخواست دے دی تھی۔ مجھ کو کہہ دیا کہ وہ نوکر ہو گئی۔ یہ غلط انہوں نے نہیں لکھا۔ وہ مجھ سے زیادہ حسنِ ظن رکھتے ہیں جسے حد سے زیادہ کہنے میں آپ رائے صحیح پر ہوں گے کہ میں جس چیز کے لئے دعا کر دوں وہ ضرور

---

[1] یہاں کتاب سے مراد "عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کی فقہ" ہے۔

[2] مولانا نے تاریخ انگریزی ہندسوں میں تحریر فرمائی ہے۔

[3] مولانا کی صاحبزادی ڈاکٹر حنیفہ رضی۔

اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے۔ یہاں جن علماء نے میری کتاب فضل اللہ الصمد[4] دیکھی تعریف کر دی تو انہوں نے رائے قائم کی کہ فضل کا یہاں بڑا اثر ہے فضل کے (سفارش) کرنے پر افسروں سے ملاقات ہوتے ہی تقرر ہو جائے گا۔ احباب کو کہتے شرم آتی ہے کہ ان کے حسن ظن نے غلط فہمی میں مبتلا کر دیا اور احباب کو میں نے ان کے کہنے کی بنا اطلاع کر دی۔ میری خواہش یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے چار بیٹیوں[5] کو پاکستان پہنچا دیا ہے۔ تو مزید انتشار کیوں کیا جائے۔ آن عزیز پاکستان میں ہیں۔ عزیزہ حنیفہ کے لئے عربی کے لوگ اور تعلیم کے افسران سے خط و کتابت و گفتگو کریں۔ کراچی میں اس کو جگہ مل گئی تھی۔ اس نے ان کی اطلاع پر انکار کر دیا۔ آدمی بہت نیک ہیں۔ مجھ سے غلو حد تک عقیدت رکھتے ہیں۔ ابتداً میں میری جماعت کی پابندی انہوں نے جو دیکھی ہے تو عقیدت قائم ہوگئی چونکہ یہاں کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے عربی مقالہ کی یہاں سخت ضرورت ہے[6] اب طباعت کس منزل پر ہے۔ آپ نے کچھ حواشی متن میں سے لئے ہیں۔ طباعت کی غلطیاں درست کر دی ہیں۔ پروف کا پڑھنے کا کیا نظم کیا ہے۔ اردو نہ جاننے والے عرب بھی مقالہ کے عنوان و عربی حوالوں سے سخت متاثر ہیں عربی کا پورا حصہ تو نہیں ہے۔ اس کی بڑی یاد داشت ہے۔ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مولانا[7] کو اور حضرت نقی صاحب[8] کو میرا اسلام اور میرا گھر جانا تحریر کر دیں۔ ان کا اصرار آج بھی ہوا کہ آپ رہ جائیے تو حنیفہ ضرور جائے گی۔ دیر ہوگی مگر آئے گی ضرور۔ جو عالم آپ سے مل رہا ہے۔ بڑی عزت کرتا ہے۔ دفتر میں انگریزی کا زور ہے۔ ان کو علماء کی بات ماننی ہوتی ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ علماء سے کہوں کہ افسران تعلیم سے سفارش کریں۔ عزیزہ سلمہا[9] کو بہت بہت دعا۔ فرزند[10] دلبند کو دلی دعائیں۔ والسلام۔

فضل غفرلہ

خط پر مولانا نے پتہ یوں تحریر فرمایا ہے۔

الی اعز الاحباب محمد اسلم پروفیسر القاکم اللہ تعالیٰ

۹۵۰۔ سمن آباد، الجدید

ندوۃ المصنفین۔ Lahore

پاکستان (مغربی)

عمارۃ السلام، علی شارع المطا

ص ب ۲۰۷

بین الکردان و بین السلیم

(اس خط کا جواب مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے پتہ پر مانگا ہے۔)

۴۔ مولانا نے امام بخاریؒ کی مشہور تصنیف ادب المفرد کی شرح فضل اللہ الصمد کے نام سے لکھی ہے۔

۵۔ مولانا کی چار بیٹیاں ہیں۔ خدا نے انہیں اولاد نرینہ سے محروم رکھا ہے۔

۶۔ "عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ" کا عربی حصہ ہنوز شائع نہیں ہوا۔ ۷۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی

۸۔ سید علی نقی صاحب المعروف بہ نقن صاحب، سابق صدر شعبۂ شیعہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

۹۔ میری اہلیہ ۱۰۔ میرا فرزند زُفر۔

مکتوب سوم

باسمہ

رفیع المراتب جلیل المناقب بارک اللہ فی حیاتکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی۔ ۳ نسخے اور وصول ہوئے۔ جزاکم اللہ عزاً وبراً برخورداری حنیفہ سلمہا اللہ کی سرکاری ملازمت کے لئے کیا کرنا چاہیے۔ کوئی مشورہ دیں۔ کراچی سے باہر ہو تو حرج نہیں۔ سرکاری ملازمت ہو جناب محترم کی گفتگو سے اندازہ ہوا تھا کہ حضرت مولانا افریقہ جلد روانہ ہو جائیں گے۔ اب کب پروگرام ہے۔ مکان دلی میں منتقل ہونے کا اندازہ تھا۔[11] قاضی مظہر الدین صاحب[12] کا مدت سے خط نہیں ملا ہے۔ دو ہفتہ ہوئے کہ نور دلا سے خط آیا تھا۔ دین الٰہی پڑھ رہا ہوں[13] زیادہ وقت فضل اللہ الصمد کی تصحیح میں صرف ہو جاتا تھا۔[14] الحمدللہ اب فارغ ہو گیا ہوں۔ راویوں کا جو اشاریہ کتابت ہو کر آیا ہے۔ اس کی تنقیح کر رہا ہوں۔ والسلام[15]

فضل

۱۲ر اکتوبر ۱۹۷۱ء

مکتوب چہارم

باسمہ تعالیٰ شانہ

ذوالعزو والوقار بارک اللہ فی حیاتکم وعلمکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کتابت گئی تھی یقین تھا کہ خط ضرور آتا ہوگا ختم رجب پر خط ملا۔ نہ معلوم کہاں رہا۔ جزاکم اللہ خیرا۔ محبی جناب ایوب قادری ملے ہوں گے۔ ان کے ہاتھ کتابیں روانہ کر دیجئے۔

حضرت مولانا افریقہ جانے والے تھے۔ پاسپورٹ نہیں بنا کہ ویزا نہیں ملا۔ افریقہ سے آکر دلی کا چارج

---

[11] مولانا سعید احمد اکبر آبادی ان دنوں ہمدرد نگر، تغلق آباد، دہلی میں مقیم تھے۔

[12] قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی، سابق صدر شعبہ سنی دینیات وڈین فیکلٹی آف تھیالوجی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

[13] میری تصنیف۔ دین الٰہی اور اس کا پس منظر۔

[14] مولانا ان دنوں فضل اللہ الصمد کو دوبارہ چھپوانا چاہتے تھے۔ اس لئے پہلے ایڈیشن کی اغلاط درست کر رہے تھے۔ [15] یہ خط انہوں نے کراچی سے تحریر فرمایا تھا۔

سنبھالنا ہے۔ میری کتاب فضل اللہ الصمد کی کئی علامہ محب اللہ خطیب نے چھاپی تھیں۔ صحابہ، اسما
امام بخاری اور درمیانی راویوں کی فہرست دوبارہ کردی، صاف کرا رہا ہوں۔ فہرست مضامین اور اثنائے
میں جو حدیثیں آگئی ہیں۔ ان کی فہرست تیار کر رہا ہوں۔ اثنائے شرح میں اشعار آگئے ہیں، ان کا بھی فہرست بنا رہا ہوں
جن لغات کا حل شرح میں ہے اس کا فہرست بھی تیار کر رہا ہوں۔ جلد اول سے بھی انشاء اللہ کل پرسوں فراغت
ہو جائے گی۔ ۵ فہرستیں تیار کر چکا ہوں، ۴ زیر ترتیب ہیں۔ اللہ چھپوا دے۔ بینات رجب المرجب کا پرچہ
نظر سے گزرا ہوگا[16]۔ یونیورسٹی اور کالج کے علمی مجلات میں بھی تعارف کرجاتے تو شاید کسی شوقین کو توجہ ہو جاتے
اللہ آپ کو بہ خیر و عافیت رکھے۔ خیریت سے مطلع کرتے رہیں۔ علی گڑھ میں حضرت مولانا نے کیا
کیا؟ عزیزان حنیفہ و عابدہ[17] اپنی بہن[18] کو سلام ہیں۔

فضل غفرلہ - ۲ر شعبان ۱۳۹۱ھ

سی ۱۰۶، بلاک اے، شمالی ناظم آباد۔ کراچی ۳۳

مکتوب پنجم

باسمہ تعالیٰ شانہ

ذوالعز والوقار زادکم اللہ رفعۃ فی العلم وبسطۃ فی الرزق وسترکم۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے مرسلہ نسخے بروقت پہنچتے رہے[19] عزیزہ حنیفہ سلمہا
علمی تعارف میں اس تصنیف کا اچھا اثر ہوا۔
سرسید کالج کے اسلامیات کے اساتذہ (طبقہ نسواں) کے باہمی تنافس کی وجہ سے گیارہ ماہ کے
نوٹس دیدیا گیا۔ کد و اصرار سے بچنے کے لئے ۷ر جنوری کو علیحدگی اختیار کر لی۔ ۱۴ر جنوری سے گورنمنٹ

---

[16] بینات کے اس شمارہ میں "عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کی فقہ" پہ تبصرہ شائع ہوا تھا۔

[17] مولانا کی صاحبزادی عابدہ جو کراچی میں مقیم ہیں۔

[18] یعنی میری اہلیہ کو سلام لکھواتی ہیں۔

[19] "عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کی فقہ" میں نے شائع کی تھی۔ یہاں اس کے نسخوں کی وصولی کا ذکر ہے۔

[20] مولانا کو عثمانیہ یونیورسٹی سے پنشن ملتی تھی۔

بح فرئیر روڈ پرکام کرنا شروع کردیا۔ بالفعل سو روپیہ کا نقصان اس لئے زیادہ پریشان کن ہے کہ کرایہ
ان ۱۷۰ ماہانہ ملازم ۵۰ ماہانہ کے علاوہ کپڑے دھونے والی اور صفائی والوں کو بھی ماہانہ تنخواہ دینی ہوتی
ہے۔ دھوبی اس کے علاوہ۔ اپنی اُجرت وصول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ میں جاؤں تو اپنی پنشن[1]
ے ان کو بھیجوں۔

حالات نے خط وکتابت کی ہمت نہ دی۔ تین دن ہوئے کہ فضل اللہ الصمد کی نظر ثانی سے فارغ ہوا۔ چند
داشتیں ہیں، ان کے لئے کتابوں کی مراجعت کررہا ہوں۔ شرح ترمذی کو کامل المتن لکھانا شروع کردیا ہے۔
لی تصحیح کے لئے کسی اہل علم کی تلاش ہے۔ کاتب کی اُجرت کا اللہ تعالیٰ نے بڑی حد تک سامان کردیا ہے۔ باقی
امان بھی اللہ تعالیٰ فرمادے (گا)۔ ۳۰۰۰ صفحات کا اندازہ ہے۔ یہ زائد خرچہ اس لئے برداشت کیا ہے۔ کہ
ارگی کا بھروسہ توکسی وقت نہیں مگر ۷۰ سے متجاوز ہوکر ۷۵ والوں میں داخل ہونے بیں سال سے زیادہ کی کسر ہے۔
ر اللہ تعالیٰ ۲۱ ہزار کا سامان فرمادے۔ تو بٹر پیپر پہ پوری کتاب مع متن بہ طرز فضل اللہ الصمد لکھوا دوں۔
ر پیپر سے پلیٹ پر فوٹو سے کر جب چاہیں جتنے نسخے چھپوا لیں۔ یہاں دو تاجر ہیں مگر ان میں سکت نہیں۔ میں تو حالات
ے جو قلب پر اثر ہے۔ اس کے ازالہ کی تدبیر کے طور پر اس مشغلہ میں لگا ہوا ہوں۔ وہاں علمی و تجارتی دونوں اداروں
ے بات کیجئے۔ دو چھوٹی بچیاں اور ان کی اولاد اعانت کی بہت محتاج ہیں۔ بڑی بہن سلمہا کی سرپرستی سے
ند تعالیٰ بہت کام چلاتا ہے۔ عربی خط بٹر پیپر پہ ۲۰ × ۳۰ کا کیا نرخ ہے۔ اس میں روشنائی پلیکن استعمال ہوتی
ہے۔ نمونہ خط بھجوا سکیں تو کرم ہو۔

یہ شرح مدرسین کے کام کی ہے۔ نہ مختصر نہ مطوّل۔ (۲) ترمذی میں جو فنون ہیں ان ہی کے مسائل کو پیش نظر
ھ کر تشریح کی گئی (ہے) فقہ یا ادلہ فقہ شرح کو بنانا مقصد قرار نہیں دیا گیا۔ دوسرے اہل مذہب کے ساتھ بڑا
دب برتا گیا ہے۔ اور فیاضی سے ان کے نقطۂ نظر کو پیش کیا گیا ہے۔ حدیث کے لحاظ سے جو امر ثابت ہے۔
س کو پیش کیا گیا ہے۔ جو ضعیف ہے اس پہ پردہ نہیں ڈالا گیا۔ "لا نعرف له حجة" بے تکلف لکھ دیا گیا،
یونکہ امام صاحب کی دلیل موجودہ کتب احادیث میں نہیں۔ ان کو حدیثیں اور مذاہب صحابہ اپنے موثق طریقے سے
علوم تھے۔ ارباب صحاح ستہ اور متاخرین تک کسی مسئلہ کی دلیل ضعیف نظر آرہی ہے تو امام صاحب کے
یش نظر رہی۔ ضعیف حجت تھی، اس کا دعویٰ ایک منصف نہیں کرسکتا۔ ذی علم اہل حدیث ہماری شرح سے
ستفید ہو سکتا ہے، توافق ضروری نہیں ہے۔ آجکل اہل حدیث ہونے کا دار و مدار صرف حنفی مسائل سے اختلاف

---

[1] مولانا کو عثمانیہ یونیورسٹی سے پنشن ملتی تھی۔

پر جن لوگوں نے بنا رکھا ہے وہ اپنا معاملہ خود جانیں۔

فضل اللہ الصمد کی نظر ثانی (کے وقت) اخلاق و معاشرت کے بہت (سے) نئے گوشوں کی رہنمائی، جو الادب المفرد کی روایتوں سے ملتی تھی، اس پر توجہ دلائی گئی ہے۔ اس نوع کی شرح حدیث میں انشاء اللہ یہ پہلی کتاب ہے۔

حضرت مولانا افریقہ تشریف لے گئے؟ کیا موانع پیش آئے۔ دہلی قیام ہو گیا؟ برخورداری[21] کا ایک خط ریاض سے ملا تھا۔ خدا کرے میرا اور اس کی بہنوں کا خط بھی اسے مل گیا ہو۔ گھر میں اور بچوں کو دعائیں کہیں۔ والسلام۔ عزیزہ حنیفہ سلمہا اور اسکی بہن اپنی بہن[22] اور آپ کو سلام لکھواتی ہیں۔ ہاتھ کی کمزوری کی وجہ سے خط پڑھنے میں دشواری ہوگی۔ معاف کر دیں۔

فضل

سی ۱۰۶۔ بلاک اے۔ شمالی ناظم آباد۔ کراچی ۳۳

۲ فروری ۱۹۷۲ء

مکتوب ششم

بسمہ تعالیٰ شانہ۔ صدیق اکرم پروفیسر محمد اسلم علیک رحمۃ اللہ علیٰ وجہہ الاکمل والاتم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ اللہ تعالیٰ اوقات مسرت میں ملاقات سے شاداں کرے۔ دسمبر میں تشریف آوری کا وعدہ تھا۔ خدا کرے شرح ترمذی کا سامان بھی آپ کے ساتھ آجائے[23] احتیاطاً فہرست لکھ دیتا ہوں۔

۱۔ ترمذی شریف مطبع مجتبائی دو جلد میں جس کے ہر ورق کے بعد ایک سفید ورق لگایا گیا ہے۔ یہ ترمذی شریف کا وہ نسخہ ہے جس پہ مولانا مفتی عبداللطیف صاحب میرے استاد نے شرح لکھی ہے۔

۲۔ ترمذی شریف ۹ جلد (نو جلد) مطبع حلب بہ انتظام "عزت سعادت" اس کی دسویں جلد (میں) مختلف فہرستیں ہیں۔ میں جب تک کراچی (میں) تھا، وہ پہنچی نہیں تھی۔ اگر آجاتی ہے تو دسویں جلد بھی لے لی جائے۔

۳۔ شرح ترمذی صفحہ ۱ سے صفحہ ۱۵۰۱ تک۔ یہ مفتی صاحب کے سامنے حیدرآباد (دکن) میں لکھی گئی۔ اور حضرت مفتی صاحب نے تصحیح کی۔ اس کے بعد یہ جلدیں میرے پاس حیدرآباد میں رہیں۔ میں اسکی تصحیح و ترمیم

---

[21] برخورداری سے حنیفہ رضی مراد ہے۔

[22] میری اہلیہ، جسے مولانا اپنی بیٹی ہی سمجھتے تھے۔

[23] مولانا بھارت جاتے وقت یہ کتابیں اور مسوّدات کراچی میں چھوڑ گئے تھے۔

بار رہا۔ گیارہ سال کے بعد حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ کتاب پہنچا دو۔ میں لے کر آیا۔ حضرت مفتی صاحب
اس میں بہت سی زیادتی اور قطع برید دیکھی تو بہت خفا ہوئے۔ پھر اسی شرح کو میں نے صاف کرانچی میں
یا ہے۔ جو تقریباً پانچ ہزار صفحات (پر مشتمل ہے) شروع کا ایک ہزار صفحہ میرے پاس یہاں ہے۔

۴۔ ایک ہزار صفحہ کے بعد آپ کو وہاں سے لانے ہیں، خواہ وہ مجلد ہوں یا غیر مجلد۔

۵۔ ترمذی کے راویوں کا تذکرہ بتفصیل ذیل:

۵/۱ اُن صحابہ کے حالات جنہوں نے سنن میں روایتیں کی ہیں۔ اور یہ پورا میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔
کاغذ پہ ہیں جو ایک زمانہ میں مکہ معظمہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔

۵/۲ اُن محدثین کے حالات جو امام ترمذی کے استاذ نہیں ہیں اور ان کی روایتیں ترمذی شریف میں ہیں۔

۵/۳ صحابہ اور ترمذی کے استادوں کے درمیانی راویوں کے حالات جو تین سو یا کچھ زیادہ ہیں، اور
دنوں میں مکہ معظمہ میں جو کاغذ رائج تھا، اس پر لکھے گئے ہیں۔ ان کتابوں کے لئے ڈاکٹر غلام محمد صاحب کو کرانچی
دیں کہ وہ آپ کو بھیج دیں اور آپ مجھے پہنچا دیں[24] اس کے لئے بہت جلد غلام محمد صاحب کو خط لکھ دیں
کب تشریف لا رہے ہیں، اس سے مطلع کیجئے۔ یہاں کے حالات اخبار سے پڑھ چکے ہوں گے۔[25] اچھا
پندرہ روز اور دیر کر کے آئیں۔ مولانا غلام محمد صاحب کا پتہ: 33-D-Officers Colony, Garden Road, Karachi-3

مکتوب ہفتم[26]

بسمہ تعالیٰ شانہ۔ مخلص عزیز بارک اللہ فی عمرکم ومشاغلکم۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کے والد کی برکتوں سے فیضیاب کرتا رہے۔ آپ کو جو
نے خط لکھے ہیں، اس کا جواب نہیں آ رہا ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا خط پہنچے کہ نہیں پہنچے۔ حضرت مولینا
شرف علی صاحبؒ کے بھانجے کے پاس اطلاع آئی تھی کہ اب آپ کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں ہے۔
کو جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ لکھتا ہوں۔

---

[24] افسوس صد افسوس کہ مسودات، ہنوز کراچی میں ہیں۔ ڈر ہے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائیں اور دو بزرگوں کی
زندگی بھر کی محنت رائگاں جائے۔ مولانا منت اللہ رحمانی کو اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہئے۔

[25] ان دنوں علی گڑھ میں فرقہ وارانہ فسادات ہو رہے تھے۔

[26] یہ خط مکتوب ششم کے ساتھ ایک ہی ایروگرام پر لکھا گیا ہے۔ یہ غلام محمد صاحب کے نام ہے۔

۱۔ ترمذی شریف مطبع مجتبائی دو جلدیں ۲۔ ترمذی شریف ۹ (نو) جلد مطبع حلب بہ انتظام ـــــ "عزت سعادت" اسکی دسویں جلد مختلف فہرستیں ہیں۔ ۳۔ شرح ترمذی صا سے صا ۱۵۸ مکتوب حیدرآباد۔ ۴۔ اور اسکی نقل میں نے کراچی میں کرائی ہے۔ مولوی صغیر احمد صاحب شاغف سے شروع کے ایک ہزار صفحات میرے پاس (ہیں) اس کے بعد کے ... ۴ صفحات مجھے چاہئیں۔ ۵۔ ترمذی کے راویوں کا تذکرہ (۵/۱) ان صحابہؓ کے حالات جنہوں نے سنن میں روایتیں کی ہیں۔ یہ پورا (مسودہ) میرے ہاتھ کا لکھا (ہوا) ہے۔ (۵/۲) ان محدثین کے حالات جو امام ترمذی کے استاد نہیں ہیں اور جن کی روایتیں ترمذی میں ہیں۔ (۵/۳) صحابہ اور ترمذی کے استادوں کے راویوں کے حالات جو تین سو یا اس سے کچھ زیادہ ہیں۔

برخورداری رؤفہ[۲۷] سلمہا کے مقالہ[۲۸] کے ساتھ یہ چیزیں میرے پاس آجائیں۔ شکرگذار ہوں گا۔ یہ کتابیں پروفیسر محمد اسلم صاحب کو جلد بھجوا دیجئے کہ جب وہ آئیں گے لیتے آئیں گے۔ آنکھ میں پانی آگیا ہے نظر نہیں آتا اور آنکھ کے پردے اس قدر باریک ہیں کہ آپریشن میں ڈر ہے کہ ڈاکٹر سے سنبھل نہ سکیں گے۔ والد صاحب کو اور گھر میں احباب کو سلام۔ انعام سلمہٗ اور بچی کو دعا۔ والسلام

بھائی کو دعا۔ آج کل سید صاحب کے داماد سید حسین صاحب یہیں آگئے ہیں۔ ابھی چار پانچ لڑکے زیر تعلیم ہیں۔ والسلام[۲۹]

فضل اللہ عفرلہٗ

۲۷۔ مولانا کی صاحبزادی مسز رؤفہ اقبال، موصوفہ گرلز کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اسلامیات پڑھاتی ہیں۔

۲۸۔ مسز رؤفہ اقبال کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ جسے مولانا کراچی میں طبع کرانا چاہتے تھے۔

۲۹۔ اس خط پر تاریخ نہیں لکھی، ڈاک خانے کی مہریں بھی نہیں پڑھی جاتیں، صرف JAN پڑھا جاتا ہے۔

روسی الحاد

آج ہی طلب فرمائیے